انصار احمد شیخ☆

عنوانات کتب میں املائی اور قواعدی فروگذاشتیں

Orthographic and grammatical errors in titles of Urdu books
By *Ansar Ahmed, Assistant Prof, Department of Urdu, University of Karachi.*

Any writer, poet or scholar has to be very conscious about the orthographic and grammatical correctness while presenting any work before the public eye. But, surprisingly, many writers and poets of Urdu have been casual while presenting their works in published forms and the title of their books carry errors, either grammatically or orthographically. Though this can also be attributed to composers, proofreaders or publishers, this can be very annoying. This article points out specifically the names of the books where such errors have marred the work. It also offers the correct forms/ spellings. Proper references have also been mentioned for correcting the errors.

جس جاں فشانی اور جاں کاہی سے کتابیں تصنیف یا مرتّب کی جاتی ہیں اور سرورق کو دیدہ زیب بنانے کے لیے جتنے جتن کیے جاتے ہیں، کتابوں کے نام بھی اُتنی ہی توجّہ، بلکہ اُس سے زیادہ غور و فکر، تحقیق و تدقیق اور املا کے قواعد و ضوابط کی پابندی کے متقاضی ہوتے ہیں۔ غلطی سے پاک اور بامعنی نام قاری پر ایک اچھا اثر ڈالتے ہیں۔ بہ حیثیت بشر غلطی، خطا، چُوک، سہو، لغزش سے کوئی مبرّا و ماورا نہیں ہے، لیکن احتیاط کا دامن تھام کر قلم کو ان لغزشوں اور فروگذاشتوں سے پاک رکھا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں یہ ہیچ مداں محض نشان دہی کی غرض سے ایک ادنیٰ سی کوشش کررہا ہے۔ اِس مضمون کے لیے شہرِ کراچی کے متعدّد کتب خانوں نیز برخط (Online) ویب گاہوں: ریختہ، اردو چینل، بزمِ اردو لائبریری، اردو لائبریری ڈاٹ آرگ وغیرہ کے غیر معمولی ذخیرہ ہائے کتب سے اخذ و استفادہ کیا گیا ہے۔

ان کتب خانوں میں کتابوں کی ابتدائی ورق گردانی کے دوران میں غلطیوں کے حوالے سے دل چسپ اور

☆ استاد، شعبۂ اردو، جامعۂ کراچی

قابلِ افسوس صورتِ حال بھی نظر آئی۔ مثلاً اگر سرورق پر نام میں املائی وقواعدی غلطی ہے تو کتاب کے اوّلین صفحے پر درست ہے۔ اگر سرورق پر درست ہے تو اندرونی لوح پر غلط ہے۔ یہی احوال کتاب کے پُشتے کا ہے، جو سرورق کے عنوانات سے املائی لحاظ سے لگّا کھاتے نظر نہیں آئے۔ علاوہ ازیں ایک ہی کتاب کو جب مختلف اداروں نے شائع کیا تو بعض نے اپنی علمی سطح کے مطابق اپنا املا رکھا۔ اسی طرح کمپیوٹر کے سافٹ ویئر ''اِن پیج'' کے ''خطِ نستعلیق'' کے علاوہ کوئی اور خط منتخب کرنے سے بھی یہ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ نیز ماضی وحال کے کاتبوں اور حروف کاروں نے بھی اپنی من مانیوں سے خوب گُل کھلائے ہیں۔ مصنّفین، مرتّبین اور مترجمین کی لاعلمی سے بھی کتابوں کے عنوانات میں سہو ہوا ہے۔ نجی اور سرکاری اداروں نے مصنّفین کی وفات کے بعد جو کتابیں شائع کیں، اُن میں بھی املائی فروگذاشتیں بہت ہوئی ہیں، کیوں کہ جواب طلبی کرنے والے نہیں رہے تھے، لیکن بعض کتابیں ایسی بھی تھیں، جو مصنّفین کی زندگی میں شائع ہوئیں اور ان کے کئی ایڈیشن بھی شائع ہوئے، مگر عنواناتِ کتب میں اغلاط بدستور قائم رہیں۔ مقامِ حیرت یہ ہے کہ کتاب کے ایک ہی عنوان میں دو دو تین تین غلطیاں دیکھنے میں آئیں، اِن سب کی تفصیلات آگے آئیں گی۔ کہیں کہیں مصنّفین اور اداروں کے ناموں میں بھی املائی غلطیاں ہوئی ہیں، تاہم یہ ہمارا موضوع نہیں۔ ہم اِس مضمون میں صرف کتابوں کے سرورق پر مندرج عنوانات میں املائی وقواعدی اغلاط ہی کو زیرِ بحث لائیں گے اور جہاں املا کے چند اختلافی مسائل ہیں، اُن سے گریز کیا جائے گا۔

۱۔ صفتِ نسبتی کے استعمال میں اغلاط

عنواناتِ کتب میں ''صفتِ نسبتی'' سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ اردو قواعد میں ''صفاتِ نسبتی'' وہ ہیں، جن میں کسی دوسری شے سے لگاو یا نسبت ظاہر کی جاتی ہے۔[۱] صفتِ نسبتی/ اسمِ منسوب بنانے کے لیے عموماً اسما کے آخر میں چند حروف کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ یعنی اگر اسم کے آخر میں ہائے مختفی یا ہائے ملفوظی ہو تو اسے حذف کرکے ''گ ی'' یا ''وی'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: ''پژمردہ'' سے ''پژمردگی''، ''موجودہ'' سے ''موجودگی''، ''امروہہ'' سے ''امروہوی'' اور ''افسانہ'' سے ''افسانوی'' وغیرہ۔ بعض اوقات اسما کے آخر میں ''ء ی'' یا ''انہ'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے: ''ادا'' سے ''ادائی''، ''طلا'' سے ''طلائی''، ''شاہ'' سے ''شاہانہ'' اور ''عالم'' سے ''عالمانہ'' وغیرہ۔ کبھی یہ نسبت اسما کے اختتام میں محض یائے معروف ''ی'' کے بڑھانے سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً: ''رومان'' سے ''رومانی''، ''داستان'' سے ''داستانی''، ''ناراض'' سے ''ناراضی'' اور ''درست'' سے ''درستی'' وغیرہ۔ چند استثنائی مثالیں بھی ہیں، جو تقریباً ہر زبان میں ہوتی ہیں۔ اِس کے علاوہ بھی صفتِ نسبتی بنانے کے چند طریقے اور ہیں، لیکن اُن کا یہاں محل نہیں۔ مذکورہ اصولوں کو بعض عنواناتِ کتب میں

نہیں برتا گیا۔جن کی تفصیل یہ ہے:

عنواناتِ کتب	تصحیحات	مصنف/مرتب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
اردوتنقید کا رومانوی دبستان	اردوتنقید کا رومانی دبستان	ڈاکٹر محمد خان اشرف	اقبال اکادمی، لاہور	طبعِ اوّل:۱۹۹۶ء
اردوتنقید کا رومانوی دبستان	اردوتنقید کا رومانی دبستان	ڈاکٹر محمد خان اشرف	سنگِ میل، لاہور	اشاعتِ دوم:۲۰۱۱ء
رومانویت اور اردو ادب میں رومانوی تحریک	رومانیت اور اردو ادب میں رومانی تحریک	ڈاکٹر محمد خان اشرف	الوقار پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۹۸ء
اردو اور ہندی رومانوی شاعری میں علامتوں کا زوال	اردو اور ہندی رومانی شاعری میں علامتوں کا زوال	ڈاکٹر سرور احمد	معیار پبلی کیشنز، نئی دہلی	طبعِ اوّل: جنوری ۱۹۹۲ء
اردو ادب میں رومانوی تحریک	اردو ادب میں رومانی تحریک	پروفیسر محمد حسن	عاکف بُک ڈپو، مٹیا محل دہلی	س ن
اردو کا داستانوی ادب	اردو کا داستانی ادب	ڈاکٹر علی جاوید	اردو اکادمی، دہلی	۲۰۱۱ء

۲۔ اِمالہ کے استعمال میں غلطی

''اِمالہ'' کے معانی میلان، مائل، قلبِ ماہیت، منتقل کرنا یا ہونا، حقیقت یا ماہیت کو بدل دینے کا عمل، کسی مادّے کو عضوِ علیل سے دوسرے عضو کی طرف پھیر دینے وغیرہ کے ہیں۔[۲] دراصل امالے کا طریقِ کار یہ ہے کہ وہ الفاظ جن کے آخر میں ''الف''، ''ہائے مختفی'' یا ''ہائے ملفوظ'' ہو اور اس کے فوراً بعد حروفِ ربط (کا، کی، کے، نے، سے، میں، تک، پر، تئیں وغیرہ) آجائیں تو الفاظ کے اختتامی حروف کو محرّف صورت میں ''یائے مجہول'' (ے) سے بدل دیا جاتا ہے، جیسے: ''فلاں قصّہ میں۔۔۔'' کی بجائے ''فلاں قصّے میں۔۔۔''، ''اُس قاعدہ میں۔۔۔'' کی بجائے ''اُس قاعدے میں۔۔۔''، ''اُس ڈراما کے کردار۔۔۔'' کی بجائے ''اُس ڈرامے کے کردار۔۔۔'' وغیرہ۔ بعض صورتوں میں امالے کے ضمن میں مستثنیات بھی ہیں، مثلاً جہاں عربی، فارسی، ترکی الفاظ کے آخر میں ''الف'' ہو۔ مثلاً: صحرا، دعا وغیرہ۔ عربی کے وہ مصادر جو ہمزہ پر ختم ہوں، جیسے: ابتداء، اجرا وغیرہ۔ عربی الفاظ کی جمع میں، جیسے: انبیاء، اولیا وغیرہ۔ عربی فارسی کے اسمِ فاعل اور مفعول بھی۔[۳] اِس قاعدے سے ''مُردہ'' مستثنیٰ ہے۔[۴] اِسی طرح عربی الفاظ جن کے آخر میں الف مقصورہ

آتا ہے، وہاں بھی کوئی تصرّف جائز نہیں ہے، لیکن اِس میں بھی کچھ مستثنیات ہیں۔ ملکوں، شہروں، آدمیوں اور رشتوں میں بھی اِمالہ درست نہیں ہے۔ تاہم شہروں کے ناموں میں اختلاف ہے اور رشتوں میں بھی کچھ استثنائی مثالیں ہیں۔ تراکیب اور مرکّبات میں بھی اِمالہ قبول نہیں کیا جاتا ہے۔(۵) لیکن بعض الفاظ جن کے آخر میں ''ہ'' آتی ہے، مرکّبات کی صورت میں بِنا حروفِ ربط کے، انھیں ''یاے مجہول'' سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے: ''ذمّہ'' (یہ میری ذمے داری ہے)، ''مقدّمہ'' (مقدّمے بازی میں نہ پڑو) وغیرہ۔ درحقیقت اِمالے میں صوتی پہلو کارفرما ہے۔ ''الف''، ''ہاے مختفی'' اور ''ہاے ملفوظی'' پر اختتام پذیر ہونے والے الفاظ کو محرّف صورت میں ان کی اصلی حالت پر بولنے میں بھی بھلے معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ ہماری اردو نصابی اور غیر نصابی کتابوں کے متون میں یہ صورتیں جا بہ جا بکھری ہوئی ہیں۔ اِملے کی اِن بے قاعدگیوں کو صرف کتابوں کی عبارتوں ہی میں نہیں، عنواناتِ کتب میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

عنواناتِ کتب	تصحیحات	مصنّف/مرتّب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
اردو ڈرامہ کے فروغ میں منجو قمر کا حصّہ	اردو ڈرامے کے فروغ میں منجو قمر کا حصّہ	ڈاکٹر سیّد ممتاز مہدی یداللّٰہی	سلور لائنز پرنٹرس، حیدرآباد	بارِاوّل: ۲۰۰۸ء
ترجمہ کا فن اور روایت	ترجمے کا فن اور روایت	ڈاکٹر قمر رئیس	تاج پبلشنگ ہاؤس، دہلی	بارِاوّل: جون ۱۹۷۶ء
ریڈیو ڈراما کی تاریخ	ریڈیو ڈرامے کی تاریخ	اخلاق اثر	ناشر ندارد	۱۹۷۵ء
ڈراما پر ایک دقیق نظر	ڈرامے پر ایک دقیق نظر	ڈاکٹر انور پاشا	پیش رو پبلی کیشنز، نئی دہلی	۱۹۹۴ء
اردو مرثیہ کے پانچسو سال	اردو مرثیے کے پانچ سو سال	عبدالرّؤف عروج	مکتبہ نیا راہی، کراچی	س ن
مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ	مرثیے پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ	ساحر لکھنوی	آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی	۲۰۰۹ء
اردو ڈراما کا ارتقاء	اردو ڈرامے کا ارتقا	عشرت رحمانی	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	۲۰۰۷ء

اردو میں بیانیہ کی روایت	اردو میں بیانیے کی روایت	معین الدین جینابڑے	بمبئی یونی ورسٹی، بمبئی	پہلا ایڈیشن: ۲۰۰۷ء
حیدرآباد شعر کے آئینہ میں	حیدرآباد شعر کے آئینے میں	زاہد علی خاں	مطبوعات روزنامہ سیاست، حیدرآباد دکّن	یکم ستمبر ۱۹۹۱ء

۳۔ ہائے مخلوط کا استعمال

اردو میں ہائیہ یا ہکاری آوازوں پر مبنی الفاظ کے بارے میں مختلف النّوع تفصیلات ملتی ہیں۔ اردو میں ''ہائے مخلوط'' یعنی دوچشمی (ھ) ہائیہ آوازوں کے لیے مخصوص ہے۔ یہ آوازیں فارسی اور عربی میں نہیں ہوتیں۔ اردو میں یہ آوازیں دراصل سنسکرت/ پراکرت کے توسّط سے آئی ہیں۔ اِس لیے اِن کا استعمال بھی اردو سنسکرت الاصل یا پراکرت الاصل لفظوں میں ہوتا ہے۔ ضرورت کے تحت اِن آوازوں کو مرکب حرفِ تہجی کے ذریعے سے ظاہر کرنا پڑا۔ یہ بظاہر دو آوازیں ہیں لیکن مِل کر ایک ہوگئی ہیں۔[6] گوپی چند نارنگ نے اِن ہائیہ آوازوں کی تعداد سترہ بتائی ہے۔[7] رشید حسن نے اِنھیں سولہ لکھا ہے۔[8] جب کہ شان الحق حقّی اور ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے پندرہ کا ذکر کیا ہے۔[9] وہ ہائیہ آوازیں یہ ہیں: بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، رھ، ڑھ، کھ، گھ، لھ، مھ، نھ۔ (''وھ'' اور ''یھ'' دو اضافی آوازیں ہیں۔) اِن پندرہ ہکاری آوازوں سے اردو میں سیکڑوں ہزاروں الفاظ بنتے ہیں۔ اِن کی جگہ لفظوں میں ہائے ہوّز (اِسے ہائے ملفوظ بھی کہتے ہیں) کا استعمال کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے ایسا کرنے سے املا کی صحّت پر نہ صرف اثر پڑے گا، بلکہ تلفّظ بھی تبدیل ہوجائے گا۔ شاعری میں استعمال کرنے پر مصرع وزن میں نہیں آئے گا اور بحر سے خارج ہوجائے گا۔ اردو میں ہائیہ آوازوں کے درست استعمال کی مکمّل پابندی نہیں کی جاتی ہے۔ کبھی ہائے مخلوط (دوچشمی ھ) اور ہائے ہوز (ہ) کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرلیا جاتا ہے۔ اِسی لیے درست املا گیارھویں بارھویں، دہلی، دہی، اُنھیں، جنھیں، تمھیں، ہمارا، ہے لیکن اس کی بجائے غلط املا: گیارہویں بارہویں، دھلی، دھی، انہیں، جنہیں، تمہیں، ھمارا، ھے وغیرہ لکھ دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اردو کے کسی بھی لفظ کا پہلا حرف ''ہائے مخلوط'' (دوچشمی ھ) نہیں ہے۔ ہمیں ہائے مخلوط اور ہائے ہوز (ہ) میں فرق روا رکھنا چاہیے، جس کا ہم کامل اہتمام نہیں کرتے۔ چناں چہ یہ عدم امتیاز عنواناتِ کتب میں غلطیوں کی صورت میں کثرت سے نظر آتا ہے۔ اِس کی کچھ ناتمام فہرست مرقوم الذّیل ہے:

عنواناتِ کتب	تصحیحات	مصنف/مرتب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
فھرست مخطوطات۔ذخیرۂ احسن مارھروی	فہرستِ مخطوطات۔ ذخیرۂ احسن مارہروی	سیّد محمود حسن قیصر امروہوی	مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ	۱۹۸۳ء
ھمارے درد سانجھے ہیں	ہمارے درد سانجھے ہیں	نایاب	اردو شاہ کار پبلی کیشنز، گوجرانوالہ	۲۰۱۲ء
کچھ ایسی نظمیں ھوتی ھیں	کچھ ایسی نظمیں ہوتی ہیں	ادیب سہیل	زین پبلی کیشنز، کراچی	جنوری ۲۰۰۵ء
اردو شاعری میں دوھے کی روایت	اردو شاعری میں دوہے کی روایت	ڈاکٹر سمیع اللہ اشرفی	اردو بک سینٹر، علی گڑھ	۱۹۹۰ء
اردو سے ھندی تک	اردو سے ہندی تک	ڈاکٹر عبدالودود	نسیم بک ڈپو، لکھنؤ	س ن
تفھیم اقبال	تفہیمِ اقبال	پروفیسر فروغ احمد	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی	پہلی بار: ۱۹۸۵ء
ھنگامۂ دل آشوب	ہنگامۂ دل آشوب	سیّد قدرت نقوی	انجمنِ ترقّیِ اردو، کراچی	۱۹۶۹ء
شھاب بے نقاب	شہاب بے نقاب	پروفیسر سیف اللہ خالد	ٹی اینڈ ٹی پبلشرز، لاہور	اوّل: جنوری ۲۰۰۳ء
ھم تماشا	ہم تماشا	شفیق زادہ	بزمِ مزاح، کراچی	اشاعتِ اوّل: نومبر ۲۰۱۰ء
مشاھیر بھاولپور	مشاہیرِ بہاول پور	مسعود حسن شہاب	مکتبۂ الہام، بہاول پور	۱۹۸۱ء
شھر در شھر	شہر در شہر	شہزاد احمد شیخ[۱۰]	کینوس کمیونی کیشنز، کراچی	جولائی ۲۰۰۶ء

بزمِ شھید	بزمِ شہید	برکت علی شہیدؔ	المیر ٹرسٹ لائبریری، گجرات	اشاعتِ اوّل: ۲۰۰۴ء
ھزلیات	ہزلیات	حبیب احمد خاں	زاویہ پبلشرز، لاہور	بارِ اوّل: جنوری ۲۰۱۳ء
ذھن وضمیر	ذہن وضمیر	پروفیسر منظور حسین شورؔ	ای آئی پبلی کیشنز، کراچی	۱۹۹۱ء
رقصِ جوھر	رقصِ جوہر	ولی ہاشمی	ناشر ندارد	بارِ اوّل: ۱۹۷۵ء
ھمرکاب	ہم رکاب	فہمیدہ ریاض	پاکستانی ادب پبلی کیشنز، کراچی	اشاعتِ اوّل: جنوری ۱۹۸۸ء
لھولمس چنار	لہولمس چنار	حکیم منظور	انڈیا بک امپوریم، بھوپال	اشاعتِ اوّل: ۱۹۷۷ء
جنہیں راستے میں خبر ہوئی	جنھیں راستے میں خبر ہوئی	سلیم کوثر	الف ب ت، الہلال سوسائٹی، کراچی	۲۰۱۷ء
جنہیں میں نے دیکھا	جنھیں میں نے دیکھا	کوثر نیازی	جنگ پبلشرز، لاہور	اشاعتِ اوّل: مارچ ۱۹۸۹ء
لاھور کا دبستانِ شاعری	لاہور کا دبستانِ شاعری	ڈاکٹر علی محمّد خاں	مقبول اکیڈمی، لاہور	س ن
دھلی کا دبستانِ شاعری	دہلی کا دبستانِ شاعری	ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی	بُک ٹاک، لاہور	۱۹۹۱ء
دھلی کے مشائخ کی ادبی خدمات	دہلی کے مشائخ کی ادبی خدمات	بیگم ریحانہ فاروقی	اردو اکادمی، دہلی	فروری ۱۹۸۸ء
آدھی گواھی	آدھی گواہی	سعیدہ گزدر	پاکستانی ادب پبلی کیشنز، کراچی	اشاعتِ اوّل: فروری ۱۹۸۶ء

تمہارا مان رہ جائے	تمھارا مان رہ جائے	آصف شہزاد	ممتاز پبلشنگ، لاہور	طبعِ اوّل: ۲۰۰۸ء
ھماری داستانیں	ہماری داستانیں	وقار عظیم	اردو مرکز، لاہور	س ن
ھم گناہ کا استعارہ ہیں	ہم گناہ کا استعارہ ہیں	سدرہ سحر عمران	فکشن ہاؤس، لاہور	۲۰۱۶ء
ھویدا	ہویدا	ثمینہ راجا	مستقبل پبلی کیشنز، اسلام آباد	دسمبر ۱۹۹۵ء
ھرے بھرے زخم	ہرے بھرے زخم	ضیاء الحق قاسمی	ویلکم بک پورٹ، کراچی	مئی ۱۹۹۳ء
جواھر اللغات	جواہر اللغات	پروفیسر بشیر احمد صدّیقی	کتابستان پبلشنگ کمپنی، لاہور	س ن

۴۔ الفاظ کو ملا کر لکھنا

ماضئ بعید میں انجمنِ ترقّیٔ اردو ہند نے اصلاحِ املا کے ضمن میں قابلِ تحسین خدمات انجام دی ہیں۔ انجمن نے اردو میں راہ پانے والی عام غلطیوں کی نہ صرف نشان دہی کی تھی، بلکہ اس کی صحّت کے لیے انجمن نے اپنی قائم کردہ ''اصلاحِ املا کمیٹی'' کی تجاویز کا خیر مقدم بھی کیا، جو رسالہ اردو جنوری ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی تھیں اور خاصی حد تک انجمن نے اپنی مطبوعات میں ان تجاویز پر عمل درآمد بھی کیا تھا۔ انجمن نے اپنی تجاویز میں اِس بات کو بھی رکھا تھا کہ مرکّب الفاظ، جو دو یا دو سے زیادہ لفظوں سے بنے ہوں، آپس میں ملا کر نہ لکھے جائیں۔(۱۱) فارسی کے زیرِ اثر اردو میں بھی مرکّبات کو متّصل لکھنے کا رُجحان بڑھا ہے۔ لیکن ہمیں اپنی زبان کی سہولت کے پیشِ نظر معنوی لحاظ سے دو مختلف الفاظ یا دو مختلف زبانوں سے آئے ہوئے لفظوں کو حتّی المقدور منفصل لکھنا چاہیے۔ معنوی بگاڑ کے ساتھ اِس سے کسی حد تک تلفّظ کی خرابیاں بھی رفع ہوسکتی ہیں۔ لفظوں کی شناخت میں خاصی حد تک آسانی اور ان کی امتیازی حیثیت بھی برقرار رہتی ہے۔ جب کہ ہمارے ہاں الفاظ و مرکّبات کو متّحد لکھنے کے جواز بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ مظفّر علی سیّد اپنے ایک مضمون میں ''دل چسپ'' اور ''خوب صورت'' کو متّصل لکھنے پر مصر ہیں اور ان کے خیال میں اگر ''دل چسپ'' کے اجزا الگ الگ ہوں تو اِس سے دل چسپی ختم ہوجاتی ہے اور ''خوب صورت'' میں ''صورت'' کو علاحدہ کردیا جائے تو خوب صورتی کم ہوجاتی ہے۔(۱۲) لیکن زبان کی معیار بندی ضروری ہے اور زبان کی معیار بندی اور لکھاوٹ میں ذاتی پسند اور ناپسند،

خوب صورتی اور بدصورتی کا مطلق دخل نہیں۔ ماضی میں پہلے ہی اِس حوالے سے ہمارے کاتبوں اور ناقلوں نے اپنی کرشمہ سازیاں دکھا کر زبان کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ چناں چہ اب صحّتِ املا کا خیال رکھنا ازبس ضروری ہے۔ الفاظ اور مرکّبات کو علاحدہ لکھنے کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے: کے لیے، جب کہ، ان کے، یونی ورسٹی، پانچ سو، فی صد، گُل ہائے، گُل فروش، گُم شدہ/گُم شدگی، گنج ہائے، ان جان وغیرہ۔ آخر الذّکر تینوں مرکّبات کی تفصیلات عنواناتِ کتب کے تحت آگے جدول میں آئیں گی۔ یہاں ''ان جان'' اور ''گم شدہ/گم شدگی'' کے حوالے سے مختصراً ذکر کرتا چلوں۔ ''اَن'' اور ''جان'' دو الگ الگ لفظ ہیں۔ ''جان'' سے مراد واقفیت اور آگہی کے ہیں۔ اور ''اَن'' جو حرفِ نہی ہے، اردو میں بہ طور سابقہ مستعمل ہے۔ جس کے معنی بِنا کے ہوتے ہیں۔ یوں مرکّب ''اَن جان'' بنا، جس سے مراد ناواقف اور اجنبی کے ہوئے۔ اِسی طرح ''گُم شدہ'' کے لاحقے کا تعلّق فارسی مصدر ''شُدن'' سے ہے، جس کے معانی: ہونا، ہوجانا، مرجانا کے ہیں۔[۱۳] اِس کا مضارع ''شوَد''، اسمِ مفعول ''شدہ'' اور ماضی مطلق ''شد'' ہے۔ جیسے: ختم شد، خوں شدہ، گُم شدہ وغیرہ۔ یوں ''گُم شدہ'' سے ''کھویا ہوا'' اور ''گُم شدگی'' سے مراد ''کھویا جانا'' کے ہوئے۔ یہ لاحقے معنوی اعتبار سے اپنی مکمّل حیثیت رکھتے ہیں اور مرکّبات میں جزوِ الفاظ بھی نہیں ہیں، لہٰذا انھیں الگ لکھنا ہی مناسب ہوگا۔

لفظوں کو علاحدہ لکھنے کے حوالے سے ماہرینِ املا کی جانب سے مسلسل مساعی کی جاتی رہی ہیں۔ رشید حسن خاں لفظوں کو الگ الگ لکھنے کے بڑے علم بردار ہیں اور اِس پر اپنی معرکہ آرا کتاب **اردو املا** میں بڑی تفصیلی گفتگو بھی کی ہے، جس میں انھوں نے الفاظ و مرکّبات کو علاحدہ لکھنے کی طویل فہرست بھی پیش کردی ہے۔[۱۴] اِسی طرح پروفیسر غازی علم الدّین نے بھی املا میں الفاظ و مرکّبات کی جداگانہ حیثیت سے انحراف کی شدید مذمّت کی ہے۔[۱۵] ڈاکٹر رفیع الدّین ہاشمی بھی چند مستثنیات سے قطعِ نظر زیادہ تر الفاظ و مرکّبات کو الگ الگ لکھنے کے حامی رہے ہیں۔[۱۶] الغرض کسی بھی زبان کی مکمّل پیروی، کسی دوسری زبان کے لیے ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ایک زبان کے اصول وقواعد دوسری زبان پر منطبق کیے جاسکتے ہیں۔ اِسی طرح کوئی بھی زبان دیگر زبانوں سے اخذ شدہ الفاظ وتراکیب، اصطلاحات وغیرہ کو معنوی، صوری، املائی اور تلفّظ کے اعتبار سے من وعن قبول کرنے کی بھی پابند نہیں ہے۔ ہر زبان کا اپنا مزاج، اسلوب اور سانچا ہوتا ہے، جس میں ڈھل کر وہ زبان اپنی مناسب اور بہتر صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اِسے بعد ازاں پھر معیاری اور بہترین شکل وصورت عطا کرنے میں اہلِ نقد ونظر اور ماہرینِ زبان ہر دور میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہتے ہیں۔ یہی اہلِ علم مختصر نویسی کے خلاف متحرک بھی نظر آتے ہیں، لیکن اِس کے باوجود عنواناتِ کتب میں لفظوں اور مرکّبات کو مِلا کر لکھنے کی روش جاری ہے، جو کسی بھی صورت میں مستحسن عمل نہیں ہے۔ چند مثالیں:

عنواناتِ کتب	تصحیحات	مصنف/مرتب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
چہرے جانے انجانے	چہرے جانے اَن جانے	ڈاکٹر شفیقہ فرحت	مدھیہ پردیش اردو اکادمی، بھوپال	پہلا ایڈیشن: ۲۰۰۵ء
ایک انجانے خوف کی ریہرسل	ایک اَن جانے خوف کی ریہرسل	مشرّف عالم ذوقی	عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی	س ن
گنجہائے گرانمایہ	گنج ہاے/ ہائے گراں مایہ	پروفیسر رشید احمد صدّیقی	سلطان بک ڈپو، حیدرآباد دکن	س ن
گمشدہ قافلے	گُم شدہ قافلے	نسیم حجازی	جہاں گیر بکس، کراچی	س ن
گمشدہ افسانہ نگار شمس آغا کی کہانی	گُم شدہ افسانہ نگار شمس آغا کی کہانی	ناصر بشیر	القمر انٹر پرائزز، لاہور	اشاعتِ اوّل: جولائی ۱۹۹۵ء
گمشدگی کا اشتہار	گُم شدگی کا اشتہار	سمیع آہوجا	سانجھ پبلی کیشنز، لاہور	اپریل ۲۰۰۹ء
روایاتِ علیگڑھ	روایاتِ علی گڑھ	محمّد ذاکر علی خاں	علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن (پاکستان) کراچی	اشاعتِ پنجم: نومبر ۲۰۰۲ء
فانی اور اُنکی شاعری	فانی اور اُن کی شاعری	ڈاکٹر محمّد احسن فاروقی	مکتبۂ ماحول، کراچی	پہلی بار: جون ۱۹۶۴ء
واجد علی شاہ اُنکی شاعری اور مرثیے	واجد علی شاہ اُن کی شاعری اور مرثیے	پروفیسر ڈاکٹر سیّد مظفّر حسین کاظمی	شیخ شوکت علی اینڈ سنز، کراچی	۱۹۹۱-۹۲ء
گلہائے رنگ رنگ	گُل ہاے/ ہائے رنگ رنگ	محمّد شمس الحق	نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد	طبع دوم: ۱۹۹۸ء

کفِ گلفروش	کفِ گُل فروش	غلام احمد فرقتؔ	ادارۂ فروغِ اردو، لکھنؤ	۱۹۵۵ء
غلامونکی بغاوت اور دوسرے مضامین	غلاموں کی بغاوت اور دوسرے مضامین	میرزا ادیب	چودھری محمّد شفیع، لاہور	۱۹۳۷ء

۵۔ہمزہ کا غلط استعمال

ہمزہ ''ء'' کا استعمال اردو زبان میں کثرت سے کیا جاتا ہے۔ اِس کا تعلّق خالصتاً عربی زبان سے ہے۔ ''الف'' پر ختم ہونے والے الفاظ کے املا میں احتیاط نہیں کی جاتی اور ان الفاظ کے آخر میں بھی ہمزہ لکھ دیا جاتا ہے جہاں ہمزہ نہیں آنا چاہیے۔ اگرچہ بعض عربی الفاظ کے املا میں ہمزہ شامل ہے لیکن بعض علما کے خیال میں اردو میں ان کے تلفظ میں ''الف'' کے بعد ہمزہ کی آواز نہیں نکلتی، اِس لیے اِسے لکھنا بھی مناسب نہیں۔ لیکن اِس کے باوجود شدید حیرانی کا سامنا اُس وقت ہوتا ہے، جب اِسی موضوع پر ماہرینِ املا اپنی کُتب میں گفتگو بھی کریں اور پھر انھی کی کتابوں میں سرورق پر فاش غلطی بھی رقم ہو۔ بہ ہر کیف ایسی دو کتب میں پہلی بنام املا و رموزِ اوقاف کے مسائل[۱۷] اور اردو املا اور رسم الخط[۱۸] ایسی ہی کتب ہیں جن میں لفظ ''املا'' کے آخر میں ہمزہ لکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے نام میں لفظ ''املأ'' مع ہمزہ لکھا گیا ہے۔

ہمزہ ''ء'' حرف ہے یا علامت؟ اِس پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ رشید حسن خاں نے مضبوط استدلال سے ''ء'' کو حرف قرار دیا ہے۔[۱۹] جب کہ مولوی عبدالحق کا ہمزہ کے بارے میں کہنا ہے کہ اِسے غلطی سے حروف میں شامل کر لیا گیا ہے۔[۲۰] دراصل ''ہمزہ''، ''الف'' کا قائم مقام ہے۔ اِس لیے اِس کا استعمال اُن تمام الفاظ وتراکیب میں جہاں ''اے'' یا ''الف'' کی واضح آواز آتی ہو، کیا جانا چاہیے۔ جیسے: لائق، قائم، لکھنؤ، شائع، ضائع، روئیے، دھوئیے، کھاؤ، جاؤ، نمائش، آرائش، شوخیٔ تحریر وغیرہ۔ فارسی کے برعکس اردو میں لکھاوٹ کا معاملہ تقریباً تلفّظ کے تابع ہے، لہٰذا اِس قبیل کے لفظوں میں ہمزہ سے اِغماض نہ برتا جائے۔ اردو میں حرفوں کو برتنے کا بھی عجیب معاملہ ہے۔ جہاں ''ء'' کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی، وہاں ہمزہ لکھ دیا جاتا ہے اور جہاں ہمزہ آنا چاہیے، وہاں رقم نہیں کیا جاتا۔ مثلاً: دیجیے، کیجیے، مرثیے، دیے، لیے وغیرہ میں بلا ضرورت ہمزہ لگا دیا جاتا ہے۔ کچھ صاحبانِ علم ایسے بھی ہیں کہ جو بہ یک وقت دونوں کا استعمال کر دیتے ہیں۔ جسے صحیح طرح سے پڑھا بھی نہیں جا سکتا۔ مثلاً: افسانۂ غم، دیئے، مرثیئے، لیئے وغیرہ۔ عنواناتِ کتب کے ذیل میں بھی اِنھیں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ مؤخرالذ کر ''لیئے'' پر ایک صاحب نے کتاب کے اندرونی صفحات پر ہمزہ

سے متعلق بحث کی ہے۔مقامِ تاسّف ہے کہ اُسی کتاب کے سرورق کی اوّلین سطر پر ’’لئے‘‘ لکھا ملتا ہے، ملاحظہ ہو: ’’ادبی ذوق کی آبیاری کے لئے ایک خود آموز کتاب۔شعریات۔‘‘(۲۱)

اِس ضمن میں ’’ء‘‘ لکھنے کے حوالے سے آسان سا قاعدہ یہ ہے کہ اُن الفاظ میں ہمزہ سے قبل والے حرف پر ’’زبر‘‘ ہو یا ’’الف‘‘ یا ’’و‘‘ ہو۔ جیسے: لائے، کھایئے، کھوئے، دھویئے، نئے وغیرہ۔ اِسی طرح ماضی کے افعال میں اگر ’’ی‘‘ سے پہلے کسرہ (زیر) ہوتو پھر لازماً جمع کی صورت میں ہمزہ کی بجائے ’’ی‘‘ لکھی جائے گی۔ جیسے: سیے، کیے، پیے، جیے، کیجیے، رہیے، چاہیے، چاہییں وغیرہ۔ اِن بنیادی اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر املائی بے قاعدگیوں سے بچا جاسکتا ہے۔ ہمزہ کے استعمال میں اِن بے قاعدگیوں کا مختصر احوال عنواناتِ کتب میں بھی مندرج ہے۔ کچھ مثالیں پیش ہیں:

عنواناتِ کتب	تصحیحات	مصنف/مرتب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
افسانۂ دل	افسانہ دل	مولانا سیّد امیر احمد	رسالہ محشرِ خیال، دہلی	س ن
ہندوشعراء کا نعتیہ کلام	ہندوشعرا کا نعتیہ کلام	فانی مرادآبادی	عارف پبلشنگ ہاؤس، لائل پور	س ن
اردو نثر کا ارتقاء	اردو نثر کا ارتقا	جمیل نقوی	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی	نقشِ ثانی: ۱۹۸۶ء
افکار و انشاء	افکار و انشا	وارث کرمانی	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	۱۹۹۳ء
آراء	آرا	فہیم اعظمی	مکتبۂ صریر، کراچی	پہلی اشاعت: ۱۹۹۲ء
اردو ڈراما کا ارتقاء	اردو ڈرامے کا ارتقا	عشرت رحمانی	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	بارِ اوّل: ۱۹۷۸ء
زندگی تیرے لئے	زندگی تیرے لیے	ڈاکٹر قمر جہاں	سلمان فائن پرنٹرس، ناگ پور	پہلا ایڈیشن: ۲۰۱۲ء
اتنی تمازت کس لئے	اتنی تمازت کس لیے	رفیع الدّین رازؔ	ماورا بکس، لاہور	بارِ اوّل: ۲۰۰۷ء

سیاہ حاشئے	سیاہ حاشیے	سعادت حسن منٹو	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۲۰۰۹ء
دیئے کی آنکھ	دیے کی آنکھ	مقبول عامر (مصنّف) طارق محمود دانش (مترجم)	دارالشعور، لاہور	۲۰۱۰ء
نظریئے سے آگے	نظریے سے آگے	انتظار حسین	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۲۰۰۴ء
اردو مرثیئے کی سرگزشت۔ آغاز سے زمانۂ حال تک	اردو مرثیے کی سرگذشت۔ آغاز سے زمانۂ حال تک	ڈاکٹر اسد اریب	عاکف بک ڈپو، دہلی	۱۹۹۲ء
آرایشِ محفل	آرائشِ محفل	میر شیر علی افسوس	مجلسِ ترقّیِ ادب، لاہور	طبعِ اوّل: اپریل ۱۹۶۳ء

۶۔ ہائے مختفی کا غلط استعمال

رشید حسن خاں اور بعض دیگر اہلِ علم کا خیال ہے کہ اردو میں عربی و فارسی کے علاوہ کسی بھی زبان کے الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی (ہ) کا استعمال درست نہیں ہے۔ ہندی، انگریزی اور یورپی زبانوں کے لفظوں کو اب ''ہ'' کی بجائے ''الف'' سے برتنے کا سلسلہ سے شروع ہو چکا ہے۔ مختلف اداروں، لغات اور کتابوں میں اِس کا استعمال بھی نظر آنے لگا ہے۔ دیسی الفاظ میں ہائے مختفی یا ہائے ہوز (ہ) لکھنا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔ جیسے: ڈرامہ (ڈراما)، انڈہ (انڈا)، غنڈہ (غنڈا)، کمرہ (کمرا)، پتہ (پتا)، پتّہ (پتّا)، پٹّہ (پٹّا)، امریکہ (امریکا)، راجہ (راجا)، گھونسہ (گھونسا)، کوڑہ (کوڑا)، کٹورہ (کٹورا)، پانامہ (پاناما)، تمغہ (تمغا)، پیسہ (پیسا)، دھاگہ (دھاگا) وغیرہ۔ یہاں قوسین میں دیے گئے الفاظ کا املا درست ہے، لیکن اِس کے باوجود ماضی وحال کی تحریروں اور عنواناتِ کتب میں الفاظ کے آخر سے اب تک مکمّل طور پر ہائے مختفی کو خارج نہیں کیا جاسکا ہے۔ کتابوں کے سرورق پر درج چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

عنواناتِ کتب	تصحیحات	مصنّف/مرتّب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
اردو ڈرامہ۔ انتخاب	اردو ڈراما۔ انتخاب	ڈاکٹر قمر رئیس	سرسیّد بک ڈپو، علی گڑھ	۱۹۶۱ء

امریکہ کی شام وسحر	امریکا کی شام وسحر	اخلاق احمد	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	۲۰۰۶ء
امریکہ کے سورنگ	امریکا کے سورنگ	مستنصر حسین تارڑ	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۲۰۱۵ء
میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا	میں نے ڈھاکا ڈوبتے دیکھا	صدّیق سالک	الفیصل ناشران، لاہور	مئی ۲۰۱۷ء
پتّہ پتّہ	پتّا پتّا	آنند سروپ انجم	جنتا اسٹیشنری مارٹ، جمّوں وکشمیر	پہلی بار: ۱۹۹۸ء
پتّہ پتّہ بُوٹا بُوٹا	پتّا پتّا بُوٹا بُوٹا	رفعت سروش	نورنگ کتاب گھر، نوائیڈا	۱۹۹۶ء
راجہ گدھ	راجا گدھ	بانو قدسیہ	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۲۰۰۷ء
چوپٹ راجہ	چوپٹ راجا	فکر تونسوی	لاجپت رائے اینڈ سنز، دہلی	۱۹۷۳ء
پیسہ اور پرچھائیں	پیسا اور پرچھائیں	ڈاکٹر محمّد حسن	سرفراز پریس، لکھنؤ	۱۹۷۷ء
مالا میں دھاگہ	مالا میں دھاگا	امین طارق قاسمی	ڈاکٹر محمّد رفیع الدّین مرکز تحقیقات، آزاد کشمیر	اپریل ۲۰۱۴ء
زمین لاپتہ رہی	زمین لاپتا رہی	حنیف ترین	لبرٹی آرٹ پریس، نئی دہلی	فروری ۲۰۰۱ء

۷۔ لفظ ''نایاب'' کا غلط استعمال

فارسی مصادر کے مشتقات کا اردو زبان میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ فارسی مصادر سے بننے والے الفاظ اردو میں بہ طور لاحقے اور سابقے بھی مستعمل ہیں۔ فارسی مصدر ''یافتن'' سے بننے والے الفاظ و مرکّبات کی معقول تعداد

اردو میں موجود ہے۔ اِس کا تفصیلی ذکر راقم اپنے ایک مضمون میں بھی کر چکا ہے۔[۲۲] فارسی مصدر ''یافتن'' جس کے معنی ''پانا'' کے ہیں۔ اِس کا ماضی مطلق ''یافت''، اسمِ مفعول ''یافتہ''، مضارع ''یابد'' اور ریشہ امر/ بُنِ مضارع/ ستاکِ حال ''یاب'' ہے۔ ''یافتن'' کے ستاکِ حال ''یاب'' میں علامتِ سابقہ ''نا'' لگانے پر ''نایاب'' بنتا ہے۔ جس کے معنی: ناپید، لاحاصل اور کسی شے کا میسّر نہ آنا یا پایا نہیں جانا وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ کسی شے یا ہستی کے غیر موجود ہونے یا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمے پر ''نایاب'' کو برتا جاسکتا ہے۔ عموماً کسی چیز کے ملنے پر ''دست یاب'' اور کم کم ملنے پر ''کم یاب'' مستعمل ہے۔ اِسی طرح مطلق نہ ملنے پر اصولاً ''نایاب'' استعمال ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر ان اشعار کو دیکھیے:

واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یاں ہجومِ اشک میں تارِ نگہ نایاب تھا[۲۳]

نالۂ دل میں شب، اندازِ اثر نایاب تھا
تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر گو بے تاب تھا[۲۴]

یہاں نایاب ''ناپید'' کے معنی میں ہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ کسی کتاب کے دو چار نسخے میسّر ہونے پر بھی لفظ ''نایاب'' برتا جاتا ہے، جو صریحاً غلط ہے۔ ایسے موقعے پر ''کم یاب'' کا استعمال مناسب ہے۔ تاہم ''ڈائنوسار'' کے لیے ''نایاب'' استعمال کیا جاسکتا ہے کہ اب اِن کا وجود دنیا میں نہیں رہا۔ مزید برآں ''علمِ حیوانات'' کے مطابق کئی اقسام کے چرند پرند، حشرات الارض، ممالیہ اور بعض مخصوص مچھلیاں وغیرہ بھی اب دنیا سے معدوم ہونے کی وجہ سے اِسی زمرے میں آتے ہیں۔ البتّہ ''نایاب'' کو مجازاً عمدہ، بہترین وغیرہ کے معنوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔[۲۵] لیکن بعض اربابِ نظر ایسے موقع پر اپنے مضامین وعنواناتِ کتب میں ''نایاب'' کی بجائے ''نادر'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں، جو زیادہ موزوں ہے۔ مثلاً ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا مضمون فرہنگِ محاورات: امیر مینائی کی ایک نادر اور غیر مطبوعہ لغت[۲۶] اور کتب میں جوش ملیح آبادی کی نادر و غیرمطبوعہ تحریریں،[۲۷] قدیم و نادر مخطوطات،[۲۸] نادر خطوطِ غالب،[۲۹] غالب کی نادر تحریریں،[۳۰] ایک نادر سفرنامہ[۳۱] وغیرہ۔ اِس کے برعکس عنواناتِ کتب میں ''نایاب'' بھی مستعمل ہے۔

عنواناتِ کتب	مصنّف/مرتّب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
محمّد شاہی عہد کی ایک نایاب مثنوی	ڈاکٹر عبدالرّؤف	نصرت پبلشرز، لکھنؤ	پہلی بار: دسمبر ۱۹۸۶ء
اردو کی چند نایاب مثنویاں	ڈاکٹر حامد اللہ ندوی	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی	۱۹۹۳ء

مولوی نذیر احمد کی چار نایاب مطبوعات	اسلم پرویز	انجمن ترقیِ اردو (ہند) نئی دہلی	۲۰۱۲ء
نادر و نایاب اشعار	ڈاکٹر آصف ریاض قدیر	نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد	اشاعتِ دوم: جنوری ۲۰۱۵ء

۸۔ ''زے'' اور ''ذال'' کا مسئلہ

فارسی مصادر ''گذشتن''، ''گذاردن'' اور ''گذاشتن'' (بمعنی: چھوڑنے اور چلنے وغیرہ) سے بننے والے الفاظ ومرکّبات اردو میں معقول تعداد میں جلوہ گر ہیں۔ جنھیں ''ذ'' سے لکھا جانا چاہیے۔ مثلاً گذشتہ، سرگذشت، رہ گذر، درگذر، راہ گذار، واگذاشت وغیرہ[۳۲] لیکن بد قسمتی سے مذکورہ مصدروں سے بننے والے لفظوں کو ''ذ'' کی بجائے ''ز'' سے بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ خاص طور پر ''گذشتن'' کے مشتقات ''گذشتہ'' اور ''سرگذشت'' میں یہ کوتاہیاں عموماً دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آخری الذکر کو عنواناتِ کتب میں بھی خوب برتا گیا ہے، لیکن اتفاقاً دونوں جگہ عنوانات میں غلطیوں کا تناسب تقریباً برابر ہی ہے، یعنی اِسے ''ز'' اور ''ذ'' دونوں طرح سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہی دو رنگی، غلط نگاری کی روش کو پروان چڑھانے کا باعث بنتی ہے۔ عنواناتِ کتب میں ''سرگذشت'' کی صحیح مثالوں میں: سرگذشتِ الفاظ،[۳۳] سرگذشتِ اصلاحِ سخن،[۳۴] شفاء الدّولہ کی سرگذشت،[۳۵] غزل کی سرگذشت[۳۶] وغیرہ شامل ہیں۔ اِسی طرح عنواناتِ کتب میں ''ز'' کی غلط مثالیں بھی پیشِ خدمت ہیں:

عنواناتِ کتب	مصنّف/مرتّب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
سرگزشت	سیّد ذوالفقار علی بخاری	معارف لمیٹڈ، کراچی	۱۹۶۶ء
اردو مرثیے کی سرگزشت۔ آغاز سے زمانۂ حال تک	ڈاکٹر اسد اریب	عاکف بک ڈپو، دہلی	۱۹۹۲ء
ایک قاری کی سرگزشت	کریم بخش خالد	پندرھویں صدی ہجری مطبوعات، کراچی	جون ۱۹۸۹ء
ایک جنرل کی پُراسرار سرگزشت	ابوالفرح ہمایوں	سٹی بک پوائنٹ، کراچی	۲۰۱۳ء
عمرِ گزشتہ کی کتاب	مرزا ظفر الحسن	ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی	طبعِ اوّل: جنوری ۱۹۷۸ء

۹۔ انگریزی الفاظ اور ہندسوں کا بے جا استعمال

اردو زبان میں غیر ضروری طور پر انگریزی زبان کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔ تحریر و تقریر میں اِس نے جو وبائی صورت اختیار کر لی ہے، اُس پر بند باندھنے کی شدید ضرورت ہے۔ اردو کتب میں سنین، رقوم، تعداد، صفحات نمبر وغیرہ کے لیے اردو اعداد کی بجائے انگریزی ہندسوں کا استعمال نامناسب ہے۔ عموماً اردو ہندسوں میں صفحۂ قرطاس پر صفر رقم کرتے وقت بھی مطلق خیال نہیں کیا جاتا ہے، انگریزی کا مدوّر ''0'' زیر وار دو ہندسوں میں ٹانک دیا جاتا ہے، جب کہ اردو صفر بناوٹ میں نقطے کی مانند ہوتا ہے۔ چند سال قبل شائع ہونے والی دو کتابوں کے سرورق پر اردو الفاظ کے ساتھ انگریزی ہندسوں کی آمیزش نظر آئی۔ پہلی کتاب کا عنوان تھا 100 عظیم عورتیں[۳۷] اور دوسری 100 لفظوں کی کہانی![۳۸] اردو اعداد کو ایک معقول حد تک لفظوں میں لکھا جا سکتا ہے، مثلاً 100 کی بجائے ''سو'' لکھا جا سکتا تھا۔ اردو میں ایسی متعدّد کتابیں بھی ہیں، جن میں اردو لفظیات کا مع اردو اعداد التزام کیا گیا ہے، جو مناسب ہے۔ مثلاً: ۱۵۔کہانیاں،[۳۹] پاکستانی ادب ۱۹۴۷ء سے تا حال[۴۰] وغیرہ شامل ہیں۔

۱۰۔ انگریزی مخففات اور ''ختمہ''

اِسی طرح کی تقلید ہمیں انگریزی اردو مخفّفات میں بھی نظر آتی ہے۔ انگریزی والے مخفّفات کے درمیان ختمہ ''۔'' کی علامت لگاتے ہیں۔ یہ علامت لگانا ان کے لیے اِس لیے بھی بجا ہے کہ نہ لگانے کی صورت میں اس مخفّف کو لفظ کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے۔ جب کہ اردو میں ایسا معاملہ ہرگز نہیں ہے۔ انگریزی کے برعکس اردو میں مخفّفات کے درمیان ختمہ ''۔'' کی علامت نہ لگانے سے کسی قسم کا اشتباہ یا ابہام پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً: ڈی ایس، ایم بی بی ایس، پی آئی اے وغیرہ۔ اور اِن مخفّفات کے درمیان معمولی فاصلہ دینے سے اگر اشتباہ ہو بھی تو وہ رفع ہو جاتا ہے۔ عنواناتِ کتب میں مخفّفات سے متعلّق بھی چند کتابیں نظر سے گزریں۔

عنواناتِ کتب	تصحیحات	مصنّف/مرتّب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
ڈی۔سی نامہ	ڈی سی نامہ	محمّد سعید شیخ	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۲۰۰۴ء
ن۔ م۔ راشد: ایک مطالعہ	ن م راشد۔ ایک مطالعہ	ڈاکٹر جمیل جالبی	مکتبۂ اسلوب، کراچی	اشاعتِ اوّل: ۱۹۸۶ء

ن۔ م۔ راشد: فکر وفن (مع انتخاب نظم ونثر)	ن م راشد: فکروفن (مع انتخاب نظم ونثر)	شہریار، مغنی تبسّم	مکتبۂ شعروحکمت، حیدرآباد دکّن	بارِاوّل: فروری ۱۹۷۱ء
حیاتِ ز۔خ۔ش	حیاتِ زخ ش	انیسہ ہارون بیگم شروانیہ	اعجاز پرنٹنگ مشین پریس، حیدرآباد دکّن	۱۹۴۰ء

۱۱۔حرفِ عطف کا استعمال

دو یا دو سے زیادہ لفظوں اور جملوں کو ملانے والے حروف کو ''حروفِ عطف'' کہا جاتا ہے۔''وَ''، ''اور''، ''نیز''، ''پھر''، ''کر'' حروفِ عطف میں شامل ہیں۔ اِس میں ''وَ'' صرف فارسی اورعربی الفاظ کے ملانے کے کام آتا ہے۔[۴۱] یا فارسی سے فارسی اورعربی سے عربی الفاظ کے مابین مترادف ومتضاد وغیرہ کی صورت میں استعمال ہوتا ہے۔مثلاً: خوش و خرّم، شب وروز، منّ وعن، سرسبز وشاداب، صبروتحمّل وغیرہ۔مرکّب عطفی، مرکّبِ توصیفی یا مرکّبِ اضافی کی تشکیل میں فارسی وعربی کے الفاظ کے ساتھ دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔مثلاً: چیخ وپکار، دن ورات، سوچ وبچار وغیرہ لکھنا بالکل غلط ہے۔اِس امرمیں اصول اور معنویت کوملحوظ رکھنا ازبس ضروری ہے۔مرکبات بِلاحرفِ عطف بھی ہوتے ہیں اورمعِ حرفِ عطف بھی۔ بِلا حرفِ عطف ایک مرکّب ''خط کتابت'' بھی ہے، جسے عموماً مرکّباتِ عطفی کی طرح واوِعطف سے ''خط وکتابت'' رقم کردیا جاتا ہے، جس کے معنی ''خط اورلکھنا'' بنتے ہیں، جوسراسر غلط ہے۔یہ دراصل ''کتابتِ خط'' کی مقلوب صورت ہے۔ جب یہ بِنا اضافت کے پلٹی ہوئی حالت میں آئی تو ''خط کتابت'' کی ترکیب بنی۔[۴۲] اردو زبان میں ''خط'' کے معانی: لکیر، لائن، دھاری، ڈنڈیر، لکھت، تحریر، نوشت، دستاویز، تمسّک، سند، قبالہ، نامہ، مکتوب، چٹّھی، شقہ، پتری، رقعہ وغیرہ کے ہیں۔[۴۳] اور ''کتابت'' سے مراد: تحریر، لکھائی، نقل نویسی، نوشتہ، خوش نویسی وغیرہ کے ہیں۔[۴۴] اور اِن دونوں لفظوں سے مرکّب ہوا ''خط کتابت''، جواردو میں مراسلت یعنی ایک دوسرے کو خط لکھنے کے لیے مستعمل ہے۔معنوی اعتبار سے اِس مرکّب میں حروفِ عطفی کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔لیکن اردو کتب ورسائل کی عبارتوں میں کثرت سے اِس کی موجودگی کے علاوہ چند کتب ہمیں ایسی بھی نظر آتی ہیں، جن کے سرورق پر درج ہے: ''خفیہ خط وکتابت''،[۴۵] ''سرکاری خط وکتابت۔سرکاری مراسلات'' وغیرہ۔[۴۶]

۱۲۔لفظ ''طبیعیات'' کا غلط املا

انگریزی لفظ ''فزکس'' (Physics) بمعنی ''طبیعیّات'' ہے، جس میں فطرت کے اصول وقوانین کا مطالعہ کیا جاتا

ہے۔[۴۷] درحقیقت ''طبیعیّات'' بروزن ''مفاعیلان'' ہے، لیکن اردو میں بروزن ''مفاعلان'' رائج ہو گیا ہے اور یہی فصیح ہے۔[۴۸] جب کہ عام طور پر لوگ اِسے ''طبیعات'' کے وزن پر فعولات بولتے ہیں۔ ''طبیعیّات'' یا ''مابعدالطّبیعیّات'' (Metaphysics) کی بجائے ''طبیعات'' یا ''مابعد الطّبیعات'' لکھنا اور بولنا دونوں غلط ہیں۔ اقبال پر لکھی گئی ایک کتاب: ''اقبال کی مابعدالطبیعات''[۴۹] اِسی املائی غلطی کی نمائندہ ہے۔

۱۳۔تشدید اور کسرۂ اضافت سے بے نیازی

ماہرینِ لسانیات اور قواعد نویسوں کے مطابق اعراب (زیر، زبر، پیش، جزم) املا میں شامل نہیں۔ البتّہ ''تشدید'' جیسے علامت کی بھی حیثیت حاصل ہے، شاملِ املا ہے۔[۵۰] علامتِ تشدید اردو لفظیات میں دو حرفوں کی جگہ ایک حرف کے اوپر لکھی جاتی ہے۔ ایک حرف کی نمائندگی کرنے والی تشدید کو قدیم املا کی روایت میں حرف کے طور پر بھی برتا گیا ہے، یعنی مشدّد حروف کو دوبارہ لکھا گیا ہے۔[۵۱] حرفِ مکرّر کی جگہ ایک حرف کی قائم مقام اور قدرے سہل تشدید کو بھی بسا اوقات اردو والے لفظوں میں لگانے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ جب کہ انگریزی میں حرفِ مکرّر اور ہمارے ہاں کے قرآنِ مجید میں سے تشدید کو حذف کرنے کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اردو زبان کی ابتدائی جماعتوں کی نصابی کتب میں تشدید کو شاملِ کتاب کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اِس کے بغیر لفظوں کے املا اور تلفظ میں خاصی گڑبڑ پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً: ''گنّا'' (گِنا، گُنا)، مُلّا (مِلا، مَلا)، ''محرّم'' (محرم)، ''گدّا'' (گدا)، ''مٹّی (مِٹی)، ''برّی (بَری، بُری)'' ''پکّا'' (پکا) ایسی مزید سیکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ تلفّظ میں التباس نہیں بھی ہو، تب بھی تشدید کی پاس داری لازمی ہے اور بالخصوص لفظوں میں صحیح مقام پر لگانے کی ضرورت ہے۔ اِسی طرح تراکیب میں بھی ''ہمزۂ اضافت'' اور ''کسرۂ اضافت'' کا التزام کیا جانا چاہیے، جس سے کہیں کہیں چشم پوشی بھی کی جاتی ہے۔ عموماً فارسی میں ''کسرۂ اضافت'' کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ اگر اردو میں یہ اضافتیں اور تشدید اتنی ہی غیر اہم ہیں تو پھر ہر جگہ سے اِس کا خاتمہ کر دیا جائے، بہ صورتِ دیگر یک سانیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے لازماً اِن کا اہتمام کیا جائے۔ ذیل میں اِن لغزشوں کی کچھ مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

عنواناتِ کتب	تصحیحات	مصنّف/مرتّب/مترجم	ادارہ	سالِ اشاعت
لغات روزمرہ	لغاتِ روزمرّہ	شمس الرّحمان فاروقی	آج کی کتابیں، کراچی	۲۰۱۲ء
علامہ اقبال کا خطبہ صدارت	علّامہ اقبال کا خطبۂ صدارت	اسلم عزیز دُرّانی	بیکن بکس اردو بازار، لاہور	۲۰۱۲ء

تفہیم اقبال	تفہیمِ اقبال	پروفیسر فروغ احمد	اردو اکیڈمی سندھ، کراچی	پہلی بار: ۱۹۸۵ء
کلیاتِ اکبرالٰہ آبادی	کلّیاتِ اکبرالٰہ آبادی	اکبرالٰہ آبادی	ادبی پریس، لکھنؤ	بارِچہارم: ۱۹۳۵ء
کلیّاتِ حسرت موھانی(۵۲)	کلّیاتِ حسرت موہانی	حسرت موہانی	حسرت موہانی میموریل لائبریری، کراچی	بارِدوم: ۱۹۹۷ء
اقبال اور ہمارے فکری روّیے	اقبال اور ہمارے فکری روّیے	ڈاکٹرسلیم اختر	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۲۰۰۶ء
تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک۔ تحقیق کے آئینے میں	تاریخِ ادبِ اردو ۱۷۰۰ء تک۔ تحقیق کے آئینے میں(۵۳)	ڈاکٹرابرار عبدالسّلام	کراچی، ادارۂ یادگارِ غالب	اشاعتِ اوّل: ۲۰۱۴ء
مقدمہ شعروشاعری	مقدّمۂ شعروشاعری	الطاف حسین حالی	خزینۂ علم وادب، لاہور	۲۰۰۱ء

۱۴۔ اضافت میں یاے مجہول پر ہمزہ کا استعمال

اردو نثرونظم میں ’’تراکیب‘‘ کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ تراکیب عموماً تین طریقوں کسرۂ اضافت، ہمزۂ اضافت اور یاے مجہول سے بنتی ہیں۔ مثلاً ’’بوے گُل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل‘‘(۵۴) غالب کے اِس مصرعے میں تراکیب کی تینوں مختلف اضافتوں سے کام لیا گیا ہے۔ اِس مصرعے کی اوّل الذّکر ترکیب ’’بوے گُل‘‘ کی طرح دیگر تراکیب: ’’شعراے کرام‘‘، ’’علماے کرام‘‘، ’’باباے اردو‘‘، ’’دریاے سندھ‘‘، ’’ابتداے عشق‘‘، ’’رفقاے کار‘‘ وغیرہ بھی اردو زبان میں مستعمل ہیں۔ اِن تراکیب میں ’’یاے مجہول‘‘ پر ہمزہ آئے گا یا نہیں، اِس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ متعدّد ماہرینِ لسانیات نے اِس ضمن میں موافقت ومخالفت میں علمی بحثیں کی ہیں۔ اِسی بِنا پر دانستہ اِس کی تفصیل میں جانے سے گُریز کیا جا رہا ہے۔ البتہ مذکورہ تراکیب میں ’’یاے مجہول‘‘ لکھنے پر کسی کو اختلاف نہیں ہے، لیکن حالتِ مضاف میں یاے مجہول کی بجاے صرف ہمزہ ’’ء‘‘ لگانے سے ترکیب نہیں بن سکتی۔ مثلاً: ابتداءعشق یا رفقاءکار وغیرہ۔ لیکن تلاشِ کتب میں ایک ایسی بھی کتاب نظر سے گزری، جس کے سرورق پر ’’اردو کی علمی ترقّی میں سرسیّد اور اُن کے رفقاءکار کا حصّہ‘‘(۵۵) طبع ہوا تھا۔

۱۵۔ جمع کے املا میں غلطی

اردو میں واحد سے جمع بناتے وقت بھی بعض لفظوں میں فروگذاشتیں ہو جاتی ہیں۔ اردو زبان میں جمع بنانے کے متعدّد قاعدے مستعمل ہیں۔ ان میں ایک طریقہ واحد اسم کے آخر میں ''وں'' کے اضافے سے جمع بنانا ہے، اِس میں بعض اسما کے آخر سے ''الف'' بھی حذف کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً: بس سے بسوں، کالج سے کالجوں، دیو سے دیووں، بٹوا سے بٹووں، کچھوا سے کچھووں، تلوا سے تلووں، کنکوّا سے کنکوّوں، کوّا سے کوّوں وغیرہ جمع بنائی جاتی ہیں۔ اس کی بجائے ان اسما کی جمع: بسز، کالجز، دیوؤں، بٹوؤں، کچھوؤں، تلوؤں، کنکوّؤں، کوّؤں لکھنا درست نہیں ہے۔ آخرالذّکر اسم کی غلط جمع عنوانِ کتاب میں نظر آئی: ''کوؤں کی بستی میں ایک آدمی۔''(۵۶)

طوالت سے بچنے کے لیے جدول میں دانستہ انتہائی اہم کتبِ اردو ادب کی تفصیلات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ انھی مثالوں سے ''عنواناتِ کتب'' کے ذیل میں قواعدی اور املائی تغیّرات کی گمبھیر حالت کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ املا لفظوں کی درست تصویر کشی اور صورت گری کا نام ہے، لیکن اِس کے برعکس اردو کتب ورسائل کی عبارتیں اور عنواناتِ کتب، املا کی افسوس ناک صورتِ حال کو پیش کرتی نظر آتی ہیں۔ از روے قواعد و املا اردو تحریریں مکمّل طور پر یک رنگی اور یک سانیت سے ہنوز تہی ہیں۔ املا کے اختلافی مسائل (جو چند ایک ہیں) سے قطعِ نظر، بیش تر پر اتّفاقِ راے موجود ہے، لیکن اس موافقت میں بھی تسامحات خوب ہوئے ہیں۔ چناں چہ ضرورت اِس امر کی ہے کہ املا کے مسلّمہ قواعد وضوابط کی ہر سطح پر سختی سے پابندی کی جائے، تاکہ صحّتِ الفاظ کی ایک معیاری اور بہترین صورت اردو زبان میں پروان چڑھ سکے۔

حواشی

۱۔ مولوی عبدالحق، اردو صرف ونحو (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، جولائی ۱۹۶۹ء)، ص ۴۶، دوسری بار۔
۲۔ ابواللیث صدیقی، (مدیرِاعلیٰ)، اردو لغت، جلد اوّل، (کراچی: ترقّی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء)، ص ۸۲۶۔
۳۔ خواجہ عبدالمجید (مؤلّفہ ومرتّبہ)، جامع اللغات، حصّہ اوّل، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، مارچ ۱۹۸۹ء)، ص ۲۲۱، طبعِ اوّل۔
۴۔ نورالحسن نیّر، نوراللغات، حصّہ اوّل (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء)، ص ۳۷۹، طبعِ سوم۔
۵۔ ایضاً، ص ۸۰-۳۷۹۔
۶۔ مولوی عبدالحق، قواعدِ اردو (کراچی: انجمنِ ترقّیِ اردو پاکستان، ۲۰۱۷ء)، ص ۳۴۔
۷۔ گوپی چند نارنگ (مرتّب) املانامہ (نئی دہلی: ترقّی اردو بیورو، ۱۹۹۰ء)، ص ۶۷، دوسرا ایڈیشن۔
۸۔ رشید حسن خاں، اردو املا (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء)، ص ۳۲۳۔
۹۔ رؤف پاریکھ، صحافت کی زبان اور اردو املا کا انتشار، مشمولہ قومی زبان، شمارہ اپریل ۲۰۱۷ء، (کراچی: انجمنِ ترقّی

اردو پاکستان)،ص ۷۳، نیز شان الحق حقّی، لسانی مسائل ولطائف (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶ء)،ص ۱۵۴،طبعِ اوّل۔
۱۰۔ سرورق پر مصنّف کے نام کو بھی ''ہائے مخلوط'' سے لکھا گیا ہے۔
۱۱۔ سیّد ہاشمی فرید آبادی اصلاحِ رسم الخط،مشمولہ اردو (دہلی: انجمنِ ترقّیٔ اردو ہند، جنوری ۱۹۴۴ء)،ص ۱۱۱۔
۱۲۔ فرمان فتح پوری، املاو رموزِ اوقاف کے مسائل (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، نومبر ۱۹۸۵ء)،ص ۱۰۳،طبعِ اوّل۔
۱۳۔ محمد عبداللطیف (مرتّب)، فرہنگِ فارسی، (لاہور: کتابستان پبلشنگ کمپنی، س ن)،ص ۶۰۵۔
۱۴۔ رشید حسن خاں،محوّلۂ بالا،ص ۴۸۰۔۴۶۲۔
۱۵۔ غازی علم الدّین، لسانی مطالعے، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء)،ص ۱۵۷۔۱۴۲،طبعِ اوّل۔
۱۶۔ رفیع الدّین ہاشمی، صحتِ املا کے اصول (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۲۰۱۶ء)،ص ۱۱۔
۱۷۔ فرمان فتح پوری، املا ورموزِ اوقاف کے مسائل (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)
۱۸۔ فرمان فتح پوری، اردو املا اور رسم الخط (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)
۱۹۔ رشید حسن خاں،محوّلۂ بالا،ص ۳۵۶۔
۲۰۔ مولوی عبدالحق،محوّلۂ بالا،ص ۴۱۔
۲۱۔ نصیر ترابی، شعریات (کراچی: پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، ۲۰۱۲ء)
۲۲۔ انصار احمد، فارسی مصادر کے مشتقات کا اردو میں استعمال،مشمولہ پیغام آشنا،شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۸ء، جلد ۱۹، شمارہ ۷۵، (اسلام آباد: سفارتِ اسلامی جمہوریہ ایران)،ص ۱۰۔
۲۳۔ مرزا اسداللہ خاں غالب، دیوانِ غالب کامل،مرتّبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمنِ ترقّیٔ اردو پاکستان، ۱۹۹۴ء)،ص ۱۲۵، اشاعتِ دوم۔
۲۴۔ ایضاً، دیوانِ غالب (نسخۂ حمیدیہ)،مرتّبہ: پروفیسر حمید احمد خاں (لاہور: مجلسِ ترقّیٔ ادب، مئی ۱۹۸۳ء)،ص ۴۴، طبع دوم۔
۲۵۔ انصار احمد،محوّلۂ بالا، ایضاً۔
۲۶۔ ملاحظہ ہو: رؤف پاریکھ کا مضمون، فرہنگِ محاورات اردو: امیر مینائی کی ایک نادر اور غیر مطبوعہ لغت،مشمولہ امتزاج،شمارہ ۵،جنوری۔جون ۲۰۱۶ء، (کراچی: شعبۂ اردو، جامعہ کراچی)،ص ۱۴۷۔
۲۷۔ ہلال نقوی (مرتّب)، جوش ملیح آبادی کی نادر و غیر مطبوعہ تحریریں (کراچی: حیات اکیڈمی، ۱۹۹۲ء)
۲۸۔ شائستہ خان (مرتّبہ)، قدیم و نادر مخطوطات (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، مولانا آزاد لائبریری، س ن)
۲۹۔ سیّد محمّد اسماعیل (مرتّبہ)، نادر خطوطِ غالب (لکھنؤ: کاشانۂ ادب، ۱۹۳۹ء)
۳۰۔ خلیق انجم (مرتّب)، غالب کی نادر تحریریں (دہلی: مکتبہ شاہ راہ، فروری ۱۹۶۱ء)، پہلی بار۔
۳۱۔ عبدالغفّار خاں، ایک نادر سفرنامہ،مرتّبہ: ڈاکٹر معین الدین عقیل، (کراچی: مکتبۂ اسلوب، ۱۹۸۲ء)، طبع اوّل۔
۳۲۔ رفیع الدّین ہاشمی،محوّلۂ بالا،ص ۱۶۔
۳۳۔ احمد دین، سرگذشتِ الفاظ (لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۹۳۲ء)
۳۴۔ ذکی تال گانوی (مرتّبہ)، سرگذشتِ اصلاحِ سخن (انڈیا: کام یاب ذکی، ۱۹۹۰ء)، ۱۹۹۰ء، بار اوّل۔
۳۵۔ نیّر مسعود، شفاء الدّولہ کی سرگذشت (لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۲۰۰۴ء)، پہلا ایڈیشن۔
۳۶۔ اختر انصاری، غزل کی سرگذشت (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۰ء)

۳۷۔ یاسر جواد(مترجم)،۱۰۰ عظیم عورتیں (لاہور: نگارشات پبلشرز، ۲۰۰۸ء)
۳۸۔ مبشّر علی زیدی،۱۰۰ لفظوں کی کہانی (کراچی: شہرزاد، نومبر ۲۰۱۵ء)
۳۹۔ مستنصر حسین تارڑ،۱۵۔کہانیاں(لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)
۴۰۔ غفور شاہ قاسم،پاکستانی ادب ۱۹۴۷ء سے تا حال (لاہور: بک ٹاک، ۱۹۹۵ء)
۴۱۔ فاروق چودھری،اردو آموز (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ستمبر ۲۰۱۷ء)،ص ۹۶۔۹۵۔
۴۲۔ رؤف پاریکھ، ذکر اضافت کھانے اور اضافت کے اضافے کا،مشمولہ قومی زبان،شمارہ جنوری ۲۰۱۹ء، (کراچی: انجمن ترقّیٔ اردو پاکستان)،ص ۷۷۔
۴۳۔ مولوی سیّد احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ، جلد دوم، تہذیب وتزئین: سیّد یاسر جوّاد (لاہور: الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، جون ۲۰۱۷ء)، ص ۱۲۰۳-۴۔
۴۴۔ فرمان فتح پوری (مدیرِ اعلیٰ)، اردو لغت، جلد چہاردہم، (کراچی: اردولغت بورڈ، جنوری ۱۹۹۲ء)،ص ۶۶۳۔
۴۵۔ مولوی سیّد خواجہ، خفیہ خط و کتابت(حیدرآباد دکن: شمسی مشین پریس، ۱۹۴۰ء)
۴۶۔ محمد صدیق (تدوین و تالیف)، سرکاری خط وکتابت۔ سرکاری مراسلات، جلد اوّل، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء)، طبعِ اوّل۔ نیز اِس عنوان کے تحت مقتدرہ قومی زبان (موجودہ نام: ادارۂ فروغِ قومی زبان) سے نوجلدیں شائع ہوئی تھیں،سب پر ''خط وکتابت'' ہی رقم ہوا ہے۔مثلاً: سرکاری خط وکتابت۔یادداشتیں، سرکاری خط وکتابت۔ غیررسمی کیفیات، سرکاری خط وکتابت۔ دفتری حکم نامے وغیرہ۔
۴۷۔ https://ur.m.wikipedia.org/wiki/
۴۸۔ شمس الرّحمان فاروقی، لغاتِ روزمرّہ (کراچی: آج کی کتابیں، ۲۰۱۲ء)،ص ۲۳۴۔
۴۹۔ شمس الدّین صدّیقی (مترجم)،اقبال کی مابعدالطبیعات(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷ء)،طبعِ اوّل۔
۵۰۔ رشید حسن خاں، محوّلۂ بالا،ص ۵۱۵، ۵۲۰۔
۵۱۔ غلام مصطفیٰ خاں، علمی نقوش (کراچی: المصطفیٰ ایجوکیشنل سوسائٹی، ۱۹۹۶ء)،ص ۱۰۶، ۸۱، طبع ثانی۔
۵۲۔ اِس مختصر سے تین لفظوں پر مشتمل عنوانِ کتاب میں بھی تین واضح غلطیاں نظر آ رہی ہیں۔ اوّل: تشدید کا غلط حرف پر لگنا، (یعنی لام کی بجائے ''ی'' پر) دوم: ترکیب کا کسرۂ اضافت حذف کرنا اور سوم: آخری الذکر اسم میں ہائے ملفوظ کی بجائے ہائے مخلوط رقم کرنا جب کہ مجلسِ ترقّیٔ ادب کی تقریباً تمام مطبوعات میں ''کلیات۔۔۔'' لکھتے وقت تشدید اور کسرۂ اضافت کا التزام کیا گیا ہے۔
۵۳۔ وہاب اشرفی کی تاریخ ادبِ اردو اور ڈاکٹر جمیل جالبی کی تاریخ ادبِ اردو کی تمام جلدوں میں ''کسرۂ اضافت'' کا اہتمام کیا گیا ہے۔
۵۴۔ مرزا اسداللہ خاں غالب، دیوانِ غالب کامل، مرتّبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمنِ ترقّیٔ اردو پاکستان، ۱۹۹۴ء)،ص ۲۲۳، اشاعتِ دوم۔
۵۵۔ اے ایچ کوثر، اردو کی علمی ترقی میں سرسید اور اُن کے رفقاء کار کا حصہ (کراچی: لائبریری پروموشن بیورو، ۱۹۸۴ء)
۵۶۔ طاہر نقوی، کوّوں کی بستی میں ایک آدمی (کراچی: ممتاز مطبوعات، نومبر دسمبر ۲۰۱۰ء)

مآخذ

۱۔ احمد،انصار، فارسی مصادر کے مشتقات کا اردو میں استعمال،مشمولہ:پیغام آشنا،اسلام آباد: سفارتِ اسلامی جمہوریہ ایران، جلد۱۹،شمارہ ۷۵،اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۸ء۔

۲۔ اسماعیل،سیّد محمّد (مرتبہ)،نادر خطوطِ غالب،لکھنؤ: کاشانۂ ادب، ۱۹۳۹ء۔

۳۔ اشرفی،وہاب،تاریخ ادبِ اردو،دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۷ء۔

۴۔ انجم،خلیق (مرتب)، غالب کی نادر تحریریں،دہلی: مکتبہ شاہ راہ،فروری ۱۹۶۱ء،پہلی بار۔

۵۔ انصاری،اختر،غزل کی سرگذشت،علی گڑھ:ایجوکیشنل بک ہاؤس،۲۰۰۰ء۔

۶۔ پاریکھ،رؤف،ذکر اضافت کھانے اور اضافت کے اضافے کا،مشمولہ:قومی زبان،کراچی:انجمن ترقّیٔ اردو پاکستان،جنوری ۲۰۱۹ء۔

۷۔ ـــــــــ، صحافت کی زبان اور اردو املا کا انتشار:چند تجاویز،مشمولہ قومی زبان،کراچی: انجمن ترقّیٔ اردو پاکستان، اپریل ۲۰۱۶ء۔

۸۔ ـــــــــ،فرہنگِ محاوراتِ اردو: امیر مینائی کی ایک نادر اور غیر مطبوعہ لغت،مشمولہ امتزاج،کراچی: شعبۂ اردو، جامعہ کراچی،شمارہ ۵،جنوری۔ جون ۲۰۱۶ء۔

۹۔ تارڑ،مستنصر حسین، ۱۵۔کہانیاں، لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء۔

۱۰۔ ترابی،نصیر، شعریات،کراچی: پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، ۲۰۱۲ء۔

۱۱۔ جالبی،جمیل،تاریخ ادبِ اردو،حصّۂ اوّل،لاہور: مجلسِ ترقّیٔ ادب،دسمبر ۱۹۸۷ء،طبعِ سوم۔

۱۲۔ ـــــــــ،حصّۂ دوم،لاہور: مجلسِ ترقّیٔ ادب، مارچ ۱۹۹۴ء،طبعِ سوم۔

۱۳۔ ـــــــــ،حصّۂ سوم،لاہور: مجلسِ ترقّیٔ ادب، جون ۲۰۰۶ء،اشاعتِ اوّل۔

۱۴۔ ـــــــــ،حصّۂ چہارم،لاہور: مجلسِ ترقّیٔ ادب،جون ۲۰۱۵ء،طبعِ دوم۔

۱۵۔ جواد،یاسر (مترجم)،۱۰۰ عظیم عورتیں،لاہور: نگارشات پبلشرز،۲۰۰۸ء۔

۱۶۔ چودھری، فاروق،اردو آموز،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،ستمبر ۲۰۱۷ء۔

۱۷۔ حقّی،شان الحق،لسانی مسائل ولطائف،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۶ء،طبعِ اوّل۔

۱۸۔ خاں،رشید حسن،اردو املا،لاہور:فکشن ہاؤس،۲۰۰۷ء۔

۱۹۔ خان،شائستہ (مرتبہ)،قدیم و نادر مخطوطات،علی گڑھ:علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی،مولانا آزاد لائبریری،س ن۔

۲۰۔ خاں،عبدالغفار،ایک نادر سفرنامہ،کراچی: مکتبۂ اسلوب،۱۹۸۲ء،طبعِ اوّل۔

۲۱۔ خاں،غلام مصطفیٰ،علمی نقوش،کراچی: المصطفیٰ ایجوکیشنل سوسائٹی،۱۹۹۶ء،طبعِ ثانی۔

۲۲۔ خواجہ،مولوی سیّد، خفیہ خط وکتابت،حیدرآباد دکن: شمسی مشین پریس،۱۹۴۰ء۔

۲۳۔ دہلوی،سیّد احمد (مؤلف)،سیّد یاسر جواد (تہذیب وتزئین)، فرہنگِ آصفیہ،جلد دوم،لاہور:الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب،جون ۲۰۱۷ء۔

۲۴۔ دین،احمد،سرگذشتِ الفاظ،لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۹۳۲ء۔

۲۵۔ زیدی،مبشّر علی،100لفظوں کی کہانی،کراچی:شہزاد،نومبر ۲۰۱۵ء۔

۲۶۔ صدّیق،محمد (تدوین وتالیف)، سرکاری خط وکتابت۔ سرکاری مراسلات،جلد اوّل،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، طبعِ اوّل۔

۲۷۔ صدّیقی، ابواللّیث (مدیرِ اعلیٰ)، اردو لغت، جلد اوّل، کراچی: ترقّیٔ اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء۔

۲۸۔ صدّیقی، شمس الدّین (مترجم)، اقبال کی مابعدالطبیعیات، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷ء، طبعِ اوّل۔

۲۹۔ عبدالحق، مولوی، اردو صرف ونحو، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، جولائی ۱۹۶۹ء، دوسری بار۔

۳۰۔ _____، قواعدِ اردو، کراچی: انجمنِ ترقّیٔ اردو پاکستان، ۲۰۱۷ء۔

۳۱۔ عبداللطیف، محمّد (مرتّبہ)، فرہنگِ فارسی، لاہور: کتابستان پبلشنگ کمپنی، س ن۔

۳۲۔ عبدالمجید، خواجہ (مؤلّفہ ومرتّبہ)، جامع اللغات، حصّۂ اوّل، لاہور: اردو سائنس بورڈ، مارچ ۱۹۸۹ء، طبعِ اوّل۔

۳۳۔ علم الدین، غازی، لسانی مطالعے، پاکستان: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲، طبعِ اوّل۔

۳۴۔ غالب، مرزا اسداللہ خاں، دیوانِ غالب کامل، کالی داس گپتا رضا (مرتّبہ)، کراچی: انجمنِ ترقّیٔ اردو پاکستان، ۱۹۹۴ء، اشاعتِ دوم۔

۳۵۔ _____، دیوانِ غالب۔نسخۂ حمیدیہ، پروفیسر حمید احمد خاں (مرتّبہ)، لاہور: مجلسِ ترقّیٔ ادب، مئی ۱۹۸۸۳ء، طبع دوم۔

۳۶۔ فاروقی، شمس الرّحمان، لغاتِ روزمرّہ، کراچی: آج کی کتابیں، ۲۰۱۲ء۔

۳۷۔ فتح پوری، فرمان، اردو املا اور رسم الخط، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء۔

۳۸۔ _____، (مدیرِ اعلیٰ) اردو لغت، جلد چہاردہم، کراچی: اردو لغت بورڈ (ترقّیٔ اردو بورڈ)، جنوری ۱۹۹۲ء۔

۳۹۔ _____، املا ورموزِ اوقاف کے مسائل، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء۔

۴۰۔ فرید آبادی، سیّد ہاشمی، اصلاحِ رسم الخط، مشمولہ اردو، دہلی: انجمنِ ترقّیٔ اردو، جنوری ۱۹۴۴ء۔

۴۱۔ قاسم، غفور شاہ، پاکستانی ادب ۱۹۴۷ء سے تا حال، لاہور: بُک ٹاک، ۱۹۹۵ء۔

۴۲۔ کوثر، اے ایچ، اردو کی علمی ترقی میں سرسید اور اُن کے رفقاے کار کا حصہ، کراچی: لائبریری پروموشن بیورو، ۱۹۸۴ء۔

۴۳۔ گانوی، ذکی تال (مرتّبہ) سرگذشتِ اصلاحِ سخن، انڈیا: کام یاب ذکی، ۱۹۹۰ء، بارِ اوّل۔

۴۴۔ مسعود، نیّر، شفاء الدّولہ کی سرگذشت، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۲۰۰۴ء، پہلا ایڈیشن۔

۴۵۔ نارنگ، گوپی چند (مرتّب) املا نامہ، نئی دہلی: ترقّی اردو بیورو، ۱۹۹۰ء، دوسرا ایڈیشن۔

۴۶۔ نقوی، طاہر، کوّوں کی بستی میں ایک آدمی، کراچی: ممتاز مطبوعات، نومبر دسمبر ۲۰۱۰ء۔

۴۷۔ نقوی، ہلال، جوش ملیح آبادی کی نادر و غیر مطبوعہ تحریریں، کراچی: حیات اکیڈمی، ۲۲رفروری ۱۹۹۲ء۔

۴۸۔ نیّر، نورالحسن، نوراللغات، حصّۂ اوّل، اسلام آباد: نیشنل بُک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء، طبعِ سوم۔

۴۹۔ ہاشمی، رفیع الدّین، صحتِ املا کے اصول، کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۲۰۱۶ء۔

ویب گاہ

۱۔ https://ur.m.wikipedia.org/wiki/، رجوع کردہ ۲۲رمئی ۲۰۱۹ء۔